Fikr-o-Nasar (Islamabad) 14:3-4 (1976) © rasailojaraid.com

مغربی تہذیب روبہ زوال

س. ا. سوروکن ——— ترجمہ: شمس منوید

ممتاز امریکی ماہر عمرانیات پروفیسر پیٹریم اے۔ سوروکن نے اپنی تصنیف "انسانیت کی تعمیر نو" میں کسی قدر شرح و بسط کے ساتھ عہد رواں کے مغربی کلچر کے مریضانہ گوشوں پر بحث کی ہے۔ ایک طویل علمی تحقیق و تفتیش کی بنیاد پر جو سالہا سال تک جاری رہی اس نے اس بات کا سراغ لگایا ہے کہ "ہماری موجودہ تہذیب و ثقافت اور سماجی ادارے مرکزی طور پر جنگ اور نازک کشمکشوں کی خود پرستانہ قوتوں کو جنم دیتے ہیں"۔ اور یہ کہ "وہ خود غرض، خون آشام اور تخلیقی صلاحیتوں سے محروم شخصیتوں کی ایک غالب اکثریت پیدا کرتے ہیں" اور "ان کے زیر سایہ جرائم کی آفرینش ہوتی ہے"۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ "مزید عالمگیر لڑائیاں ناگزیر ہو جائیں گی اور ان کی ایک یا ایک سے زیادہ لڑائیاں تہذیب انسانی کو موت کے گھاٹ اتار دیں گی (ص۱۰۱)

ثقافت جدیدہ کی مادی اور محسوسات پرستانہ SENRATE نوعیت

پروفیسر سوروکن کی رائے میں موجودہ عہد کی مغربی تہذیب و ثقافت کے اخلاقی زوال کا بنیادی علّی باعث اس کی حواس پرستانہ مادی فطرت ہے۔ اور اس "حواس پرستانہ مادی کلچر" کی تعریف کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ "وہ محسوسات انگیز، سنسنی خیز، تجربیت پسند، لادینی اور دنیائے آب و گل سے وابستہ کلچر ہوتا ہے"۔ اس کے نظریہ کی رُو سے اس تہذیب و ثقافت کی اساس اس اصولی قدر پر قائم کی گئی ہے کہ "جو محسوسات کو چھیڑ دے وہی حقیقی قدر اور حقیقت ہے"۔ اس کے خیالات کے مطابق یہی وہ اصول ہے جو ہماری ثقافتِ جدیدہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر ہر شعبے سے اس کے علوم و فنون سے فلسفہ اور حجو ٹے نمائشی مذہب سے، اخلاقیات اور قانون سے، اس کے سماجی، معاشی اور سیاسی اداروں اور انجمنوں سے زندگی اور ذہنیت کے چھائے ہوئے طریقوں سے اپنا واضح اظہار کرتا ہے۔" (صفحہ ۹۸)

اقدار کی نئی میزان

چونکہ عہد رواں کے مغربی کلچر کی نظر میں سچی حقیقت کی قدر وہ ہے جو حواس کو اپیل کرتی ہو۔ اور حقیقت کی کوئی بھی قدر ایسی نہیں جو ماورائے حواس ہو" اس لیے انسانیت کی تعمیر نو کے مصنف کی رائے میں اس کلچر کی میزان اقدار "بنیادی طور پر مادی اور حواس پرستانہ، لذتیت کیشانہ اور کلیت پسندانہ ہے" پروفیسر سوروکن کے الفاظ میں "اس قسم کے کلچر میں خور و نوش کی آسائش، آرام دہ ملبوسات لے در ٹھکانوں جنسی آسودگی، دولت اور طاقت، مقبولیت اور شہرت کو بنیادی اقدار کا درجہ دیا جاتا ہے۔" (صفحہ ۱۰۲) اور "خدا کی آسمانی بادشاہت کی ماورائے حواس قدروں کو" پروفیسر سوروکن کہتا ہے "یا تو اوہام پرستی کہہ کر رد کیا جاتا ہے یا پھر ان کا اعتراف محض زبانی جمع خرچ پر ختم ہو جاتا ہے" حقیقت یہ ہے کہ ان اقدار کو اس قسم کے حواس پرستانہ مادی کلچر میں جیسا کہ یہ مغربی کلچر ہے محض "طفلانہ خیال پرستیاں" تصور کیا جاتا ہے۔

پروفیسر سوروکن کے نزدیک اس معاصر کلچر میں "تکمیل حیات اور زندگی کی رونق و شادابی کو حواس کو زیادہ سے زیادہ چھیڑنے والے اقدار حقیقت کے اس زیادہ سے زیادہ سرمایہ سے ناپتے ہیں جو ایک فرد یا ایک گروہ اپنائے ہوئے ہو، تصرف میں لائے، استعمال کرے اور اس سے لطف اندوز ہو، یہ دولت آسائش، طاقت اور ناموری وغیرہ کا کوئی جتنا زیادہ حصہ حاصل کر لے اس کو اتنا ہی زیادہ مسرور اور اتنا ہی زیادہ عظیم تصور کیا جاتا ہے۔ (ص ۱۰۲)

خود پرست گروہ اور افراد

پروفیسر سوروکن کے خیال میں ایک حواس پرستانہ مادی تہذیب و ثقافت میں جو مسلمات [illegible] کے زیر اثر "شخص پیدائش سے لے کر موت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک اسی اخلاقیت (Ethos) کے سانچہ میں ڈھل جاتا ہے۔ خاندانی پرورش گاہیں، بچوں کے گروہ جن سے وہ کھیلتا ہے ابتدائی مکاتب، ثانوی اسکول، کالج اور وہ افراد و گروہ جن سے اس کا رابطہ اور ربط و ضبط رہتا ہے وہ اخبارات اور کتابیں جو مطالعہ سے گذرتی ہیں۔ وہ سینما اور تماشے جو دیکھے جاتے ہیں وہ کاروبار جن میں لوگ مشغول رہتے ہیں یہ تمام عملی شعبے ایک انسان کے اندر یہ تحریک پیدا کرتے ہیں کہ وہ دولت مند، طاقت ور اور مشہور نامور بن جائے، عظمت و سربراہی کی مقدار و کمیت کی اصطلاحوں سے ناپا جاتا ہے اگر کوئی ان اقدار کا ایک معمولی سا حصہ پائے تو اس کو ناکام و نامراد تصور کیا جاتا ہے اور اس کو سماجی زینہ کی سب سے زیریں سیڑھی کی نذر کر دیا جاتا ہے اگر وہ زیادہ سے زیادہ ممکن ترین حصہ کے لیے لڑنے جھگڑنے سے انکار کرے تو اس کو حوصلوں کی بلند پروازیوں سے بے بہرہ اور شاید ایک انوکھی شے غیر متوازن اور ذہنًا واخلاقًا معمول سے ہٹا ہوا آدمی خیال کیا جاتا ہے حواس پرستانہ مادی تہذیب کی یہ قدریں بنیادی طور پر خود پرستانہ قسم کے افراد اور گروہ پیدا کرتی ہیں اور حواس پرستانہ مادی اقدار تہذیب کی مانگ کے مقابلہ میں بڑھتی ہوئی کمیابی کی بدولت یہ صورتِ حال اور زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے علاوہ ازیں کوئی جتنا زیادہ دولت اور حاصل کر لیتا ہے اتنی ہی ان کے لیے اس کی ہوس بڑھتی جاتی ہے (صفحہ ۱۰۲)

انسان کا تنزل

"انسانیت کی تعمیر نو" کے قلمکار کے نقطہ نظر سے عہدِ رواں کے مغربی کلچر کی ایک عمومی خصوصیت "ان ثقافتی و سماجی اداروں کی گراوٹ ہے جن سے خود انسان اور اعلیٰ تر سطح حواس پرستانہ مادی شے کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے"۔ پروفیسر سوروکن کے خیال میں ہمارا معاصر مغربی کلچر اس بات کا پرزور اعلان کرتا ہے کہ تہذیب و ثقافت، سماجی ادارے اور انسان اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ محض ٹھیک اسی حواس پرستانہ حقیقت کی نیرنگیاں ہیں محض مثبت اور منفی برق پاروں کا میکانکی عمل ہیں محض ذخیرہ محسوسات کی سمٹی ہوئی شکلیں ہیں۔ محض مردہ اور زندہ مادہ کی مرکب صورتیں ہیں اور بس، حواس پرستانہ مادی سائنس کا یہ جھوٹا طلسم اس نظریہ کو ترقی پسند انہ نشوونما دیگر میکانکی، مادی اضطراری (Refloxcological) حیاتیاتی، تصوریاتی جنسیاتی، نفسیاتی (Endoctrinological)، تجزیہ و تحلیل اور معاشیات کی اصطلاحوں میں سماجی اور ثقافتی مظاہر کی تشریح و تعبیر [illegible] علم النفسیات انسان کی تصویر کشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے تھے جنہیں ضمیر کے وجود سے تھے کہ ضمیر یں شعوریت، ذہنی سرمایہ اور تخیل تک کو ماورائے حواس اور غیر مادی قسم کی کوئی شے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ان چیزوں کو اعصابی انتظام کا ایک ادد ضمنی نتیجہ (Byproduct) قرار دیتا ہے جب اس نوع کے ماہرین سائنس اپنے خود ساختہ اصولوں کو نشوونما دیتے ہیں تو وہ انسان کی تصویر کو ایک جانور کے روپ میں پیش کرتے ہیں جس پہ آلات ہاضمہ اور اعضائے جنسی ایک غالب قوت کی حیثیت سے حکمرانی کر رہے ہوں یا فرائڈ (Freud) کی اصطلاح میں "ہر فرد کی اضطراری جبلی تحریکیت (ID) کی حکمرانی ہو جو ذہنی، مبرزی اور تناسل جنسی جبلتوں کے ساتھ ساتھ تخریب کار ایا سیت پسند (Sadistic) اور میسوکسٹک (Masochistic) نیز اوئیڈیپو کمپلیکس (Oedipu Complex) پر مشتمل ہے یعنی اس خواہش پر کہ اپنی ماں کے ساتھ لڑکا زنا کرے اور لڑکی اپنے باپ کو ورغلائے۔ ایک خواہش جس پہ ایک باریک اور کھوکھلی "انا" اور اس نظام کا ماہر تر "فوق الانا" (Superego) کا پردہ پڑا ہوا ہے جو بے لگام تخریب کار جنسی جبلتوں کا گلا گھونٹنا چاہتی ہے تو جبلی اضطراریت کی حالت کو پہنچ جاتی ہے۔ یا ایڈلر (Adler) کے خیالات کی رو سے انسان کو ایک ایسے جانور کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جو ہوس طاقت کے نشہ سے سرشار رہے یا ایک "پیچیدہ بگڑی ہوئی، منقلب مشینی ساخت کی صورت میں ایک تصویر کشی کی جاتی ہے اس طرح کے ہیں۔ انسان کلچر اور سماج کے متعلق وہ سائنٹیفک تصورات جن کو حواس پرستانہ مادی کلچر تخلیق کرتا ہے اور پھیلاتا ہے خاص طور پر اپنے ان آخری مراحل میں جس وقت عہد وسطیٰ کی فکر پیمائی کی کارفرمائیاں ختم ہو چکی ہوں" (صفحہ ۱۰۲-۱۰۳)

جنگ کا چڑھتا ہوا دھارا

اس بات پر کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ جب مغربی کلچر مذکورہ بالا خود شکستہ گراوٹ کے عریاں مرحلہ کو پہنچ گیا تو وہ اپنی تمام قدروں، تمام سماجی اداروں اور خود انسانی ہی کو سماجی بدرو میں گھسیٹ لایا اور آخر میں "ہمیشہ فزوں تر ہوتی ہوئی وحشت و حیوانیت کے ساتھ اس نے مسلسل بڑھتی چڑھتی ہوئی لڑائیوں، انقلابات اور دوسرے اختلافات اور انفرادی تعلقات میں جرائم کے اندر ایک دوسرے کو قتل کرنے اور مثلہ کرنے کا مشغلہ شروع ہو گیا جبکہ گیارھویں صدی سے انیسویں صدی تک کی تمام لڑائیوں میں مجموعی طور پر کوئی ڈیڑھ کروڑ قتل اور زخمی ہوئے۔ تنہا پہلی عالمگیر جنگ میں کروڑ سے زائد انسان کام آئے دوسری عالمگیر جنگ میں تقریباً پانچ کروڑ" (صفحہ ۱۰۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواس پرستانہ مادی کلچر کے فطری نتائج۔

پروفیسر سوروکن دعویٰ کرتا ہے کہ "اقدار کی اس گراوٹ کی بنا پر ہمارے دور کا کلچر مسلسل حریفانہ جذبہ اور طاقت ور خود پرست طاقتوں کو جنم دیتا ہے جب ہر فرد و گروہ خود کو معیارات اور اقدار کا اعلیٰ ترین جج تصور کرتا ہے تو اخلاقیات کو ایک سماجی ادارہ ماننے والے فلسفی ٹامس ہابس (Thomas Habbis) کا مقولہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" والی فضا قائم ہو جاتی ہے جس میں مکر و فریب کے ہمراہ جسمانی طاقت کے سوا ٹکراؤ اور اختلافات کو فیصل کرنے کا دوسرا انتظام نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۱۰۶) اور اس کے علاوہ "اس فضا میں جو لوگ پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں عالمگیر طور پر مسلمہ اقدار اور معیارات (Norms) کی تعلیم ان کے ذہن نشین نہیں کی جا سکتی" پروفیسر سوروکن کی رائے میں "تضاد سے بھرپور ایک ایسے کلچر کے ماحول میں جیسا کہ یہ مغربی کلچر ہے جو بچے پروان چڑھتے ہیں ان کو اقدار و اصول کے کسی ایسے آفاقی معیار سے اثر پذیر ہونے کا کوئی موقع نہیں ملتا جو ان کی فطرت ثانیہ بن سکے۔ اور ان کی طرف سے ان کے کردار کو منضبط کر سکے وہ پتوار سے محروم ان سفینوں کی طرح ہوتے ہیں جو حالات اور تغیرات کے ہر جھونکے اور تھپیڑے پر ادھر سے ادھر بھٹکتے پھر رہے ہیں جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچتے ہیں تو کوئی یکساں عام فکران کے کردار کے نظم و ضبط کے لیے موجود نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے وہ مختلف حتیٰ کہ متضاد حد تک دباؤ ڈالنے والے حلقہ جات اثر کے ہجوم میں زندگی بسر کرتے ہیں اور آوارہ و پریشان افکار و آراء کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ بیشتر صورتوں میں ایسا ماحول تشکیک زدہ اور انسان دشمن، مروجہ اخلاق و مذہب کے مخالف، (Nihilislic) اور خیر و شر سے بے نیاز (Amoral) سماجی جتھے اور جوگے پیدا کرتا ہے ان جتھوں کے افراد جو باطن کی سمت سے آفاقی معیاروں کی گرفت میں نہیں ہوتے حواس پرستانہ مادی قدروں کے واسطے اپنی جد و جہد کے دوران میں مسلسل و پیہم ٹکراؤ کا شکار رہتے ہیں اور یہ ٹکراؤ جن میں کسی عمیق اصول و مقصد کی روح نہیں ہوتی بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ خون آشام و خمار ریز ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان حالات میں ہمیں یہ دیکھ کر متعجب نہ ہونا چاہیئے کہ جوانی کی قوتوں پر ضعف اور کمزوری کا حملہ ہو رہا ہے عام طور پر جرائم کاری کو پسپا کرنے کی کوششیں ناکام ہیں۔ لڑائیوں اور انقلابات کا پلہ بھاری ہوتا چلا جاتا ہے۔ جرائم کاری کی طرح سرعت و ترقی کے ساتھ لوگ زیادہ سے زیادہ وحشی اور بہیمانہ نیز انسانی یا خدائی قانون کی گرفت سے آزاد ہوتے جا رہے ہیں یہی سب کچھ عہد رواں کے مغربی کلچر کے برگ و بار ہیں۔" (صفحہ ۱۰۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سائنس کی غیر ذمہ دارانہ حالت

پروفیسر سوروکن کے خیال میں "اصول پسند تہذیب و ثقافت کے آفاقی معیاروں کے زوال کے ساتھ ساتھ اس حواس پرستانہ مادی سائنس اور ٹیکنالوجی کی اخلاقی، مذہبی اور غیر ذمہ داریت میں بھی نشو و نما ہوا ہے؟"

وہ کہتا ہے "موجدین نے صرف ایسے ہی آلات حرب پیدا نہیں کئے جو انسانیت کے لیے مفید ہیں بلکہ وہ آلات بھی جو موت اور تباہی کو ساتھ لائے ہیں جن کا آغاز بندوق کی بارود سے ہوا۔ اور جوہری کا بم، زہریلی گیسوں اور جراثیمی لڑائیوں پر پایہ تکمیل کو پہنچا۔ انسان اور اس کی سماجی و ثقافتی دنیا کے وہ تمام پست کن نظریے جن پر سابقہ باب میں بحث کی گئی ہے۔ انسان اور اس کے سماجی و ثقافتی کائنات کے متعلق وہ تمام تہذیب کش، اخلاق سوز جسمانی، اضطراری، حیاتیاتی، دستور پرستانہ، نفسیاتی تجزیاتی، معاشی اور ان جیسی تعبیرات کو سائنسی اور ٹیکنالوجی کے نام پر مدوّن کر لیا گیا جنہوں نے افراد اور گروہوں کے درمیان تباہ کن آویزش کی تخلیق اور انسان کی وحشت آموزی میں کار نمایاں انجام دیا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس اور ٹیکنالوجی کا غلط استعمال انسانیت کے مستقبل کے لیے نازک ترین خطرہ پیدا کر رہا ہے اگر ان کو ان خود پرست افراد اور گروہوں کے ہاتھ میں اسی غیر ذمہ دارانہ موقف میں رہنے دیا گیا تو ممکن ہے وہ بہت آسانی سے نوع انسانی کا نام و نشان ہی مٹا کر رکھ دیں۔ اگر ہمیں یہ آرزو ہے کہ یہ ادبار و ابتلا رفع ہو جائے تو سائنس اور ٹیکنالوجی کی فطرت میں بنیادی تبدیلی لازمی ہو گی۔" (صفحہ ۱۱۱)

مسیحیت اور مغرب

پروفیسر سوروکن کی رائے میں "نام نہاد مسیحی مغرب نے قریبی صدیوں کے عرصہ میں اپنے اندر غیر مسیحی بلکہ ضد یہ ہے مسیحیت دشمن طور طریق کو نشو و نما دے لیا ہے۔" ثقافت و تہذیب کی وہ وحدت جو ایک بار مذہب کے ذریعے یورپ میں پیدا ہو گئی تھی اب رو بہ زوال ہے۔ فاضل پروفیسر سوروکن کہتا ہے کہ "امر واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ خیالی اپنے دین و ایمان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں مگر اچھے کھلے ہوئے ظاہری اعمال میں اس دین کی خلاف ورزی کرنے میں وہ کافی دور تک بڑھ گئے ہیں۔" آگے چل کر وہ کہتا ہے کہ "خود مسیحیت پارہ پارہ ہو کر طبقوں اور فرقوں کی بھیڑ میں بٹ گئی جو ایک دوسرے کے خلاف فساد اور بیخ کنی کے کام میں مشغول ہیں۔ عیسائیت کا اوپری خول اس کا اداری ماسا اور ہنگامیوں، اس کے رسوم اور ضابطے ابھی، اس کی استقلال مشتہری اور دراخت و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیابت نے ان صدیوں کے دوران میں اپنی روحانیت، اخلاقی قوتِ کار اور کایا پلٹنے والی طاقت کو فروخت کر کے نشوونما حاصل کیا ہے۔" (صفحہ ۱۱۴)

فلسفہ

جس طرح عہدِ حاضر کی مغربی دنیا میں مذہب پر مغربی کلچر نے ناساز گار اثرات ڈالے ہیں، ٹھیک یونہی فلسفہ کو بھی سخت صدمہ اٹھانا پڑا۔ نئے فلسفیانہ نظام جن کا ارتقاء مغرب میں ہوا وہ تشکیک پسندی' لا ادریت (Agnoshs i cism) آدرش واد Adealism) اور انضباط پسندی (Integralism) کی ایک معجونِ مرکب ہیں۔ ایک ناقابل انکار و تردید حقیقت یہ ہے کہ صرف مادہ پرستانہ، مشینی، تجربیت پسندانہ مثبت وسائل پسند (Instrumental) کاروباری عملیت سے تعلق رکھنے والے، تشکیک زدہ اور نیم استدلالی (Quasi - Rationalistic). قسم کے فلسفیانہ نظام ہی حواس پرستانہ مادی کلچر کی فضاؤں میں پروان چڑھے اور شاداب ہوتے ہیں۔" (صفحہ ۱۱۵)

"انسانیت کی تعمیرِ نو" کے فاضل مصنف کی رائے میں ان فلسفیوں نے مادی کلچر کے اخلاق سوز اثرات کو خوب اچھی طرح سمجھا دیا ہے لیکن اس کی مخصوص متوازی بہتر الی کو ثابت نہیں کیا گیا اس لحاظ سے ایسے فلسفیوں کے باریک و دقیق مگر ہمہ گیر طور پر جاری و ساری اثرات نے خصوصی امتیاز کے ساتھ خود پرست اور حریفانہ طاقتوں کو آزاد چھوڑ کر آخری درجہ کی تباہی مچائی ہے۔ (ص ۱۱۵) استحکام و شیرازہ بندی پر عمل پیرا ہونے اور انسانیت کے اختلافی ٹکراؤ رفع کرنے کے لیے پروفیسر سوروکن کا خیال ہے کہ "کسی ایسے مذہب میں' سب کچھ نثار کرنے والی اور عفو و درگذر کو عام کرنے والی محبت' انسانوں کے ساتھ، خدا کے ساتھ اور ساری کائنات کے ساتھ ایک انسانی محبت کی روح پھونکنی ہی ہوگی۔ ایک محبت جو الفاظ اور آرزوؤں کے ساتھ فعل و عمل میں بھی نمایاں ہو سکے؟

فنونِ لطیفہ

"انسانیت کی تعمیرِ نو" کا مصنف ہمیں آگے چل کر بتاتا ہے کہ "ہمارے زمانہ کے مغرب کے حواس پرستانہ مادی کلچر کی نشوونما کے ساتھ ساتھ آرٹ بھی بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ حواس پرستانہ طور پر مادی ہو کر رہ گیا ہے کہ جو اپنے موضوع اور [illegible] کے لحاظ سے [illegible] اور اپنی ہیئت کے اعتبار سے مشاہدہ پسند اور طبیعی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ فن برائے فن کے لیے وقف رہا، مذہب، فلسفہ، سائنس اور اخلاقیات سے لاتعلق، آخرکار اس نے غلبہ و بالادستی حاصل کر کے شہوانی نہیں تو کم از کم سنسنی خیز حسیاتی تسکین و آسودگی کے ایک نفیس آلہ کی شکل اختیار کر لی" (صفحہ ۲۲-۱۲۱)

مزید براں یہ کہ "ازمنۂ وسطیٰ کی فنی اقتدار کی پسپائی کے ساتھ اس نے تیزی سے اپنی جبلّی مریضانہ خصوصیات کو نشوونما دینا شروع کر دیا اور اس طرح تخلیقی کم اور زیادہ سے زیادہ مریضانہ، پستی آموز، منفیانہ اور غیر مربوط و پریشان ہوتا چلا گیا۔" آہستہ آہستہ مغرب کا یہ فن "سماجی گندی نالیوں کے فضلۂ غلاظت میں اتر گیا۔۔۔۔۔۔ اس کے ہیرو اور مرکزی کردار نمائشی منافق، سرغنے اور مجرم، فاحشائیں، خبطی اور ذہناً ناقص العقل، لاوارث انسانی نسل اور اسی قبیل کے لوگ ہیں، اس کے محبوب ماحول کے ساز و سامان ہیں۔ مجرموں کی کمین گاہیں، پولیس کے شناختی لاش گھر، پاگل خانے، کسی شادی شدہ خاتون، زناکارہ، فاحشہ یا اغوا کرنے والی کی خواب گاہ، کوئی شبینہ کلب، شراب خانہ یا نشاط خانہ کا کمرہ، سازش کرنے والوں اور نمائش پسندوں کا دفتر، یا ایک شہری سڑک جس پر کوئی سنسنی خیز قتل یا کسی اور جرم کا منظر پیش ہو رہا ہو۔ فرائڈ کی یہ دو جبلتیں اس کا مخصوص موضوع بنیں۔ انسان کشی اور خودکشی کی جبلتیں، خاص طور پر جنس سے تعلق رکھنے والی جبلتیں، اپنی تمام تر ممکن شکلوں میں، دور وحشت کی جذباتیت اور رومان پسندانہ اسلوب میں، ہم جنسی اور مختلف الجنسی نفسانی تعلق میں، عام معمول کی صورت میں اور عام معمول سے ہٹی ہوئی بگڑی ہوئی شکلوں میں، علیٰ ہٰذا القیاس آرٹ گرتے گرتے انسان کُش ہو گیا اور شہوانیاتی محرکت تک جا پہنچا۔ تفریح اور سہل انگاری کا آلۂ کار بن گیا تھکن سے چُور اعصاب میں تحریک پیدا کرنے کے صَرف میں آنے لگا۔ یا بازاری اشتہاری چیزوں، ملین ادویات، مالش کے پتھروں، جو، صابن اور سیفٹی ریزر وغیرہ کی زر خرید خادمہ اور کنیز بن گیا! وہ برہنہ رقاصاؤں کی سطح تک اور ان خفیہ تصاویر کی حد پر جا گرا جن میں عمل مباشرت کی نمائش کی گئی ہو۔" (صفحہ ۱۲۲)

فن کی پستی اور زوال

پروفیسر سوروکن ہمیں مزید بتاتا ہے کہ اپنے موجودہ کردار کے لحاظ سے فن "محض ایک بازار کی قابلِ بیع و شراء چیزوں میں تبدیل ہو گیا ہے جس کو کسی دوسری شے کی طرح خریدا اور بیچا جا سکے اور نفع بخش بکری حاصل کرنے کے لیے سوقیانہ مذاق کے عامیانہ تقاضوں کو پورا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ کیونکہ بازاری تقاضوں اور مانگ کا حجم ستھرے تقاضوں کے مقابلہ میں ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے اس لیے اپنے معیارات کی پستیوں میں وہ اور زیادہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

© rasailojaraid.com

اس نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس کمی کو مقدار و کمیت کے قاعدے سے پورا کر دے (یعنی "جتنا زیادہ اتنا ہی برتر کا اصول) اس نے کمی کو پورا کرنا چاہا، غیر مربوط اور پریشان دریافتوں سے سنسنی خیز سرگزشتوں اور مرعوب کن فنی تراکیب سے اس طرح ادبیات عالیہ کی جگہ زیادہ چلنے والے تماشے، صاحب ذوق نقاد کی جگہ کاروباری تاجر، حقیقی فن شناسوں کی جگہ نشاط کدوں کے دندانِ حسن اور اہل ناقدین، فن کی جگہ اخباری نامہ نگاروں نے لے لی فلمساز اداکار اور موسیقار کو قوتِ تخلیق سے مالا مال ارباب فن کی گدی پر متمکن کر دیا گیا۔ مزرق برق خیرہ کن عورتوں کو اندرونی قدر و قیمت کی جگہ پر لا ڈالا گیا۔ فنی تراکیب و اسالیب نے عبقریت کا مقام حاصل کر لیا۔ نقالی کو اختراعی صلاحیتوں کی نیابت عطا ہو گئی۔ بازاری دریافتوں اور ایجادات کو پائیدار قدروں کی جگہ دے دی گئی۔ کاروباری تاجرانہ منڈیوں کو فن کے حلقوں کی جگہ بخشدی گئی اور "روزانہ ایک کتاب پڑھنے والے کلبوں" کو فنون کی مجالسِ علمی اور تخلیقی فن کاروں کی انجمنوں کا مقام مل گیا۔ (صفحہ ۲۳-۱۲۲)

حرفِ آخر

ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہمارا ملک ہے جہاں ہر "بازاری شے" کو آرٹ اور کلچر کے نام پر پڑھاوا دیا جاتا ہے۔ وہاں کے تمام سماجی بہی خواہوں کو اس فیصلہ و استدراک پر گوش بر آواز ہو جانا چاہیئے جس پر ایک بلند مرتبہ جدید مغربی علامہ پہنچا ہے۔ پروفیسر سوروکن کہتا ہے "بنیادی طور پر جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مادہ پرستی کو ہمہ گیر نظریۂ زندگی ماننے والے کلچر کے درخت کی بیخ و بُن ہی اور اس کی عظیم منطقی بنیاد ہی یا یکسر کس حد تک غلط ہے اس حساس پیمانہ مادی کلچر کی جڑیں سڑی ہوئی جڑیں جتنی زیادہ دیر تک قائم رہیں گی اتنا ہی زیادہ پژمردہ یہ درخت ہو جائے گا۔ اور اتنی ہی کمزور و مضمحل اس کی تخلیقی طاقت ہوتی جائے گی۔ ایسے حالات میں اس کا کوئی امکان نہیں کہ اعلیٰ اور تخلیقی صلاحیتوں کی حامل ہستیوں کو پروان چڑھایا اور تیار کیا جائے اور نہ ہی اس کا امکان ہے کہ ایک ہم آہنگ ثقافتی نظام برپا کیا جائے۔ ہمارا دم توڑتا ہوا کلچر نفرت، رقابت اور رشک و حسد کی وہ تخم ریزیاں کرتا ہے کہ جس سے ناپید اکنار نہ ختم ہونے والی لڑائیاں، انقلابات اور دوسرے خونیں تصادموں کی تخلیق ہوتی ہے" اب یہ عہدِ دال کا کلچر پروفیسر سوروکن کے الفاظ میں "تاب و تواں کھو چکا ہے اور روبہ زوال ہے"۔

(ماہنامہ 'برہان' دہلی اگست ۱۹۶۰ء)